A Tribute to Shah Baleeghuddin Saheb

By Mushfiq Khwaja, Renowned Writer/ Author & Literary Critic

مصنف اور کتاب

مشفق خواجہ

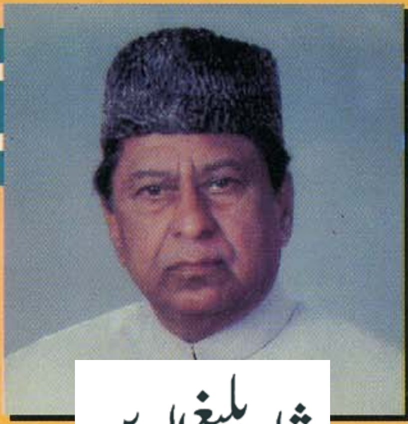

شاہ بلیغ الدین

بظاہر تو یہ کتاب تقریباً ڈھائی سو افراد کا تذکرہ ہے لیکن یہ وہ روایتی تذکرہ نہیں جو سنین و کوائف تک محدود ہوتا ہے بلکہ اس میں شخصیت نگاری کا حق بھی اِس طرح ادا کیا گیا ہے کہ ہر فرد جیتی جاگتی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے- شاہ صاحب جن افراد سے ذاتی طور پر واقف ہیں' ان کی شخصیت نگاری ذاتی معلومات کی روشنی میں کی ہے' لیکن جن سے وہ ذاتی شناسائی نہیں رکھتے ان کا احوال بھی اِس طرح لکھا ہے جیسے وہ انھیں قریب سے جانتے ہوں- دراصل یہ کمال شاہ صاحب کے باغ و بہار اسلوب کا ہے- محمد حسین آزاد کی طرح وہ غائب و حاضر کا فرق مٹا دیتے ہیں- مرحومین ان کی تحریر میں اسی طرح چلتے پھرتے نظر آتے ہیں' جیسے وہ کبھی تھے' میرے علم کی حد تک اردو میں "آب حیات" کے بعد یہ پہلا تذکرہ ہے جو شخصی مرقع نگاری اور سوانحی کوائف کے امتزاج سے وجود میں آیا ہے-

برصغیر کے مسلمانوں کی تہذیبی و تعلیمی تاریخ میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے جو تاریخی بلکہ تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے' اس کے اثرات و ثمرات سے ہم آج بھی فیض

بقیہ صفحہ نمبر ۱۱۵۰ پر

بقیہ- مصنف اور کتاب

یاب ہو رہے ہیں- مسلمانوں کی سیاسی بیداری انھیں ثمرات میں سے ہے- آگے چل کر پاکستان کی تعمیر میں بھی انھیں جامعات کے فیض یافتگان نے بھرپور حصہ لیا-

جامعہ عثمانیہ کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ یہاں ذریعہ تعلیم اردو تھا- اُردو کو چشم کم سے دیکھنے والوں کو یقین تھا کہ یہ تجربہ ناکام ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک اردو ایک کم مایہ زبان تھی جو جدید علوم کی ترویج کا فریضہ انجام نہیں دے سکتی مگر وقت نے ثابت کر دیا کہ ان کا یہ قیاس نہ صرف غلط تھا بلکہ کوتاہ اندیشی کا نتیجہ تھا- انہوں نے اردو اور خاصان جامعہ عثمانیہ کی صلاحیتوں کا غلط اندازہ لگایا تھا- جامعہ عثمانیہ نے فنون ہی میں نہیں' سائنس اور طب کے شعبوں میں بھی جو معیار پیش کیا' وہ برصغیر کی دوسری جامعات سے کسی طرح کم نہیں تھا-

اردو کے ذریعے تعلیم حاصل کرنے والوں نے حیدر آباد دکن ہی کو نہیں' پورے برصغیر کو زندگی کے ہر گوشے میں نہایت لائق' مستعد اور فعال خدمت گزار فراہم کئے-

جب حالات تبدیل ہوئے تو جامعہ عثمانیہ کو اس کی اصل شناخت...... اردو...... سے محروم کر دیا گیا- یوں تو یہ عظیم درس گاہ آج بھی موجود ہے مگر اس کی اصل روح ماضی کا حصہ بن چکی ہے- شاہ بلیغ الدین صاحب کی زیر نظر کتاب اِسی ماضی کی بازیافت ہے-

ماضی کی جامعہ عثمانیہ نے اپنی مختصر زندگی میں ہزاروں افراد کو اعلیٰ تعلیم سے بہرہ ور کیا' لیکن وہ افراد جو عملی زندگی میں داخل ہونے کے بعد اپنے گوناگوں کمالات کی وجہ سے مشاہیر کا درجہ حاصل کر گئے' ان کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے- ضرورت اس امر کی تھی کہ ان مشاہیر کے حالات کسی ایک کتاب میں جمع کر دیئے جائیں تاکہ آنے والی نسلوں کو معلوم ہو کہ اس جامعہ کے سایۂ عاطفت میں کیسے کیسے باکمالوں کی ذہنی تربیت ہوئی- اس ضرورت کو شاہ صاحب نے بطریق احسن پورا کیا ہے اور اب ہمارے سامنے ایک ایسی کتاب موجود ہے جو افراد کے حوالے سے ایک پورے معاشرے کی تاریخ ہے-

ایک اور بات جو اس کتاب کی اہمیت میں اضافہ کرتی ہے' وہ مصنف کی یادنگاری ہے- مصنف کی یادیں اِس کتاب میں جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں' وہ جب کسی فرد کے حوالے سے اپنی یادوں کو تازہ کرتے ہیں تو کتاب میں آپ بیتی کا انداز آجاتا ہے جو کتاب کی دلچسپی میں اضافہ کرتا ہے- یہ یادیں حیدر آباد دکن کی سماجی و تہذیبی زندگی کے بہت سے ایسے پہلوؤں کو سامنے لاتی ہیں جو اب خیال و خواب ہو چکے ہیں- اس بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ رفتگان کا سراغ دینے والی یہ کتاب آئندگان کے لئے اپنی تہذیبی قدروں سے منسلک رہنے کا ایک وسیلہ ہے-